جنگ قادسیہ کا ایک باب

سفرا اسلام کی جرأت حق

مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

(۲)

اب رستم اپنے درباریوں کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا "تم نے اس شخص کی گفتگو سنی؟ کس قدر غیور اور خود دار ہے اور طرز گفتگو میں کس قدر بے باکی، بے روتی اور خود اعتمادی پائی جاتی ہے"۔

درباری۔ توبہ کیجئے یہ "رکتا" بھی اس قابل ہے کہ اس کی گفتگو پر دھیان دیا جائے۔ کیا تیرا رجحان اپنے مذہب سے ہٹ کر اس کے دین کی طرف جارہا ہے؟ تونے اس کے پھٹے پرانے کپڑوں پر بھی غور کیا کیسی کراہت آتی تھی۔

رستم۔ افسوس کہ تم نے اس کے لباس کی بوسیدگی پر تو غور کیا مگر اس کی عمدہ سیرت، کلام کی برجستگی اور رائے کی اصابت پر توجہ نہیں کی۔ اہل عرب لباس وطعام کی رفاہیت وزینت پر زیادہ توجہ نہیں دیتے بلکہ اپنے حسب ونسب اور عزت ووقار کی زیادہ حفاظت کرتے ہیں

اب دوسرا دن آیا تو رستم نے حضرت سعدؓ سے پھر درخواست کی کہ ابھی چند باتیں دریافت کرنا باقی ہیں اس لئے آج بھی کوئی محترم سفیر بھیجئے جو میرے سوالات کے جواب دینے کا اہل ہو۔

حضرت سعدؓ نے حذیفہ بن محصن رضؓ کو منتخب فرمایا۔

حضرت حذیفہ عربی گھوڑے پر سوار رستم کے لشکر میں جا پہنچے ایرانی سرداروں نے اصرار کیا کہ

یہاں گھوڑے سے اُتر کر پیادہ پا چلو یہ مقام سرکاری دربار کا سراپردہ ہے یہاں کسی کو سوار ہونے کی اجازت نہیں

حضرت حذیفہ نے فرمایا میں اپنے شوق سے یہاں نہیں آیا، تمہارے کمانڈر انچیف نے خود اپنی ضرورت کے لئے دعوت دی ہے۔ اگر یہ صحیح نہیں ہے تو ابھی واپس جاتا ہوں۔

سرکاری افسروں نے رستم کے سامنے حضرت حذیفہ کا واقعہ نقل کیا۔ رستم نے کہا کہ ان کو میں نے ہی بلایا ہے اسی حالت میں آنے دو۔

حضرت حذیفہ رستم کے دربار میں اُسی شان سے داخل ہوئے جب تخت شاہی کے قریب پہنچے تو درباریوں نے دوبارہ اصرار کیا کہ یہاں اس طرح سوار رہنا شاہی توہین کے مرادف ہے ہم اس کو برداشت نہیں کر سکتے

حضرت حذیفہ نے فرمایا میں اپنی شان کیوں چھوڑ دوں ضرورت تمہاری ہے نہ کہ میری۔

رستم نے درباریوں کو خاموش کر دیا اور کہنے لگا۔

رستم۔ کل جو صاحب تشریف لائے تھے وہی آج کیوں نہ آئے؟

حذیفہ رضؓ۔ ہمارا سردار (حضرت سعد) اسلامی احکام کا پابند ہے عدل و انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ رنج و راحت میں وہ ہم سب کا یکساں خیال رکھے۔ اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ اس آمد و رفت کی پریشانیوں اور مشقت و تکلیف کا بار صرف ایک ہی شخص پر پڑے۔ آج میری باری ہے لہٰذا میں موجود ہوں۔

رستم۔ میں اب تک بھی یہ نہ سمجھ سکا کہ تم لوگوں کی آمد کا مقصد کیا ہے؟

حذیفہ۔ ہم پر خدائے تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہوا ہے کہ اُس نے ہم کو ایک بہترین دین کی راہ دکھائی اور اُس کی صداقت کی اتنی صاف اور روشن نشانیاں عطا کیں کہ ہم جیسے سخت منکروں اور مخالفوں کو اُس صداقت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہی پڑا اور ہم کو یقین ہو گیا کہ کائنات کی ہدایت کی راہ صرف یہی ہے۔
اب جبکہ ہم نے اُس کا اعتراف کر لیا تو اُس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم اس روشن ہدایت کی دعوت اور پیغام کی خدمت انجام دیں اور کائناتِ انسانی کو اُس کی طرف بلائیں۔ اُس نے ہم کو منکرینِ ہدایت کے مقابلہ میں یہ بھی حکم

دیا کہ ہم ان کے سامنے یہ تین باتیں پیش کریں اگر وہ ان میں سے کوئی ایک بات تسلیم کرلیں تو فبہا ورنہ ان منکرینِ حق کے لئے ہمارا چیلنج ہے۔ اسلام لے آئیں تو ہمارے بھائی ہیں اور ہمیں اُن کے مال ومتاع اور جاہ وحشم سے کوئی سروکار نہ ہوگا وہ انھیں مبارک رہے، ورنہ جزیہ دے کر اسلام کی سیادت منظور کرلیں اور یہ دونوں باتیں نامنظور ہوں تو حق وباطل کے معرکہ کے لئے آمادہ ہو جائیں یہ جذبہ ہے جو ہم کو یہاں لایا ہے۔

رستم۔ ان باتوں کے علاوہ کیا ہمارے اور تمہارے درمیان صلح کی بات چیت کے لئے کوئی موقعہ نہیں ہے؟

حضرت حذیفہ۔ کیوں نہیں، اس پر غور کرنے کے لئے تین دن کافی ہیں، اس مدت میں غور وخوض کرکے ہم کو جواب دو۔

رستم نے اس حد پر پہنچکر گفتگو کا سلسلہ ختم کردیا اور حضرت حذیفہؓ اسلامی کیمپ میں واپس تشریف لے گئے رستم اب اپنے درباریوں سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا! "مجھے سخت قلق ہے کہ جن باتوں پر میری نظر ہے اور جن دوررس نتائج وعواقب کو میں دیکھ رہا ہوں تم اُن سے بالکل غافل ہو۔ کل ربعیؓ جو شخص آیا تھا اُس کی جرأت وبے خوفی کا یہ عالم تھا کہ وہ ہماری ہی سرزمین میں ہم پر برتری کا مظاہرہ کرتا رہا ہمارے تمام کروفر اور جاہ وحشم کو نظرِ حقارت سے دیکھا کیا اور ہمارے بہترین زرکار قالینوں کو روندتا ہوا آیا اور اپنے گھوڑے کی لگام کو اُس میں سوراخ کرکے باندھ دیا۔ بلاشبہ وہ کامیاب ہے اُس نے ہماری سرزمین اور اُس کا مال ومتاع اپنی قوم کے لئے ضرور حاصل کرلیا۔ اور یہ سب اُس کی جرأت اور عقلی برتری کی دلیل ہے۔ آج یہ شخص آیا تو اُس کے بھی وہی دم خم اور وہی طور طریق تھے اُس نے بھی ہماری ہی سرزمین میں ہماری کوئی پروا نہیں کی اور بے دھڑک اس طرح بولتا رہا کہ اُس کی نگاہ میں ہماری کوئی وقعت ہی نہ تھی۔ بیشک اگر اُس کے لئے یہ کہہ دیا جائے کہ نیک شگونی اُس کے قدم چومتی ہے تو کیا بیجا ہے" یہ باتیں درباری برداشت نہ کرسکے اور رستم اور اُن کے درمیان ناگواری اور تلخی شروع ہوگئی اور اسی حالت میں مجلس برخاست کردی گئی۔

اب تیسرا دن ہوا تو رستم نے دو روز کی طرح آج بھی جنگ کی ابتدا سے پہلے ہی ایک قاصد حضرت

سعد بن وقاص کے پاس بھیجا کہ آج پھر عاقل و فرزانہ ایلچی بھیجئے تاکہ گفت و شنید کا مرحلہ آخری حد تک پہنچ سکے۔ چنانچہ قرعۂ فال حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) کے نام نکلا۔

اسلامی کیمپ اور ایرانی کیمپ کے درمیان ایک پل حائل تھا اور ایک جانب سے دوسری جانب آنے والے کو پل عبور کرنا پڑتا تھا جوں ہی حضرت مغیرہ (رضی اللہ عنہ) پل عبور کرکے آگے بڑھے ایرانی محافظ دستوں نے اُن کو اپنی حراست میں لے لیا اور فوراً رستم کی خدمت میں قاصد روانہ کیا کہ مسلمانوں کا سفیر (مغیرہ) ہمارے علاقہ میں آپہنچا اب کیا حکم ہے؟

رستم نے حکم دیا کہ اُس کو ہمارے دربار تک آنے دو۔

حضرت مغیرہ آگے بڑھے تو رستم کا دربار بڑی شان و شوکت کے ساتھ سجا ہوا تھا تمام درباری حسب مراتب عمدہ اور بیش قیمت ٹوپیاں اور عمامے مکلل بہ جواہر لباس ملبوس کئے ہوئے شان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، رستم اور اُس کے ندما و وزراء تک پہنچنے میں بیش قیمت طویل و عریض فرش حائل تھا۔

حضرت مغیرہؓ اپنی سادہ مگر بے باکانہ شان کے ساتھ چل رہے تھے اور کسی کروفر سے متاثر ہوئے بغیر فرش کو روندتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے تاآنکہ رستم کے قریب پہنچکر اُس کے برابر مسند پر بیٹھ گئے۔

کسروانی درباری اس گستاخانہ طرزِ عمل کو کیسے برداشت کرسکتا تھا ہر طرف سے شور و غوغا ہونے لگا کہ یہ ہمارے ولی نعمت آقا کی توہین ہے اس شخص کو مسند سے ہٹاؤ اور چند حاجبانِ دربار نے آگے بڑھ کر حضرت مغیرہ کو رستم کی مسند سے ہٹا کر الگ بٹھا دیا۔

حضرت مغیرہ نے یہ رنگ دیکھا تو مسکرائے اور فرمانے لگے "اے اہلِ فارس! ہم نے تمہاری عقل و فراست کی بہت تعریف سُنی تھی مگر آج تجربہ نے ثابت کردیا کہ تم سے زیادہ بے وقوف دوسرا کوئی نہیں ہے۔ ہم عرب کے باشندوں کو دیکھو کہ ہم میں سب مساوی اور برابر ہیں، ہمارے یہاں انسان انسانوں کا غلام نہیں ہوتا ہم نہیں جانتے کہ جنگ کے علاوہ آقائی اور غلامی کا سلسلہ کیا ہوتا ہے۔ مجھے اس لئے

یہ یقین تھا کہ اسی طرح کم از کم تمہارے یہاں بھی بڑا ہو یا چھوٹا ایک دوسرے کے ساتھ مواساۃ اور برادرانہ سلوک رکھتا ہوگا، اور تم سب بھی آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہتے ہوگے۔ لیکن جو تحفہ آج تم نے مجھ کو دیا ہے اس نے میری آنکھیں کھولدیں اور مجھے یہ انوکھی بات معلوم ہوئی کہ تمہارے آپس میں بھی بعض، بعض کے رب اور آقا و ولی نعمت ہیں۔ اور تم مساوات انسانی کی زندگی سے محروم ہو، "رب" صرف ایک خدا ہے اور باقی سب اسی کے بندے ہیں۔ میں نے تمہارے پاس آنے کی کوئی خواہش نہیں کی تھی، تم ہی نے دعوت دے کر مجھ کو بلایا ہے اس لئے تمہارا یہ سلوک انسانیت کے خلاف ہے۔ بہرحال میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری حکومت بر سر زوال ہے اور تم اب غالب نہیں رہ سکتے جس قوم کی سیرت یہ ہو جس کا مظاہرہ تم کر رہے ہو وہ حکومت کی اہل نہیں ہوتی، جو قوم اپنے افراد کے درمیان آقائی اور غلامی کا طریقہ رکھتی ہو اور "ارباباً من دون الله" کا مظاہرہ کرتی ہو اس کے دن کھوٹے ہیں اور اس کی تباہی آنکھوں کے سامنے ہے اور جہاں عقل و دانش اس اونچ نیچ کو برداشت کرتی ہو اس کا برسر اقتدار رہنا محال ہے۔"

حضرت مغیرہ نے اس مضمون کو کچھ ایسے پُر زور انداز سے بیان کیا کہ عام درباری بیحد خوش ہوئے اور دبے ہوئے جذبات کی جو چنگاری اندر اندر سلگ رہی تھی مشتعل ہوگئی یعنی درباروں میں خدائی اور بندگی کے مظاہر کے خلاف نفرت و حقارت کا جو سمندر دلوں میں موجزن تھا وہ موج میں آگیا اور بے ساختہ کہہ اٹھے "بخدا یہ عربی جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا ایک ایک حرف سچ ہے" مگر اس کے برعکس رؤسا اور امراء سخت غضبناک ہوکر کہنے لگے "بخدا! اس شخص نے ایک ایسی بات کہی ہے جس کو ہمارے غلام لے اُڑینگے اور ہمیشہ اس کو پیش نظر رکھینگے خدا ہمارے اسلاف کو ہلاکت میں ڈالے کس قدر بے وقوف تھے کہ انھوں نے اس قوم (عرب) کے معاملہ کو حقیر و صغیر سمجھ کر نظر انداز کردیا تھا۔"

ادھر رستم نے جب حضرت مغیرہ (رضی اللہ عنہ) کے بگڑے ہوئے تیور دیکھے تو ان کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے درباریوں کے نازیبا طرز عمل کو ان کے دل سے مٹانے کے لئے کہنے لگا۔ اے عربی! حاشیہ نشین

کبھی ایسے کام کر بیٹھتے ہیں کہ بادشاہ اُن کو پسند نہیں کرتا مگر پھر بھی وہ ان کی حرکات کو نظر انداز کر دیتا اور ان کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ جو کام وہ اُن سے لینا چاہتا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ اُس کو انجام دینے کے قابل نہ رہیں۔ پس تو بھی ان باتوں کو نظر انداز کر دے اور قبول حق اور وفاء عہد کے سلسلہ میں جو طریقہ بھی تجھ کو محبوب نظر آئے تو اُس میں آزاد ہے"۔

پھر طنزیہ انداز میں کہنے لگا۔

"اچھا یہ تو بتا کہ یہ جو تیرے پاس تکلے ہیں یہ کس کام آتے ہیں" (یعنی یہ پتلے اور چھوٹے تیر ہمارے تیروں کا کیا مقابلہ کرینگے)

مغیرہ بن شعبہؓ نے جواب دیا "اگر شعلہ طویل نہ ہو تو ضروری نہیں کہ اس کی مضرت کم ہو" اور پھر اُن کے اور اپنے تیروں کا مقابلہ کرایا۔

رستم۔ یہ تلوار کا نیام تو بہت پرانا ہے؟

مغیرہ "یہ سچ ہے مگر اس کی باڑھ بہت تیز ہے" اور یہ کہہ کر ایرانی اور عربی تلوار کو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر اپنی تلوار کی کاٹ کا امتحان کرایا۔

پھر اصل معاملہ پر گفتگو شروع ہوئی جس میں رستم نے دل کھول کر اپنی سلطنت کی عظمت، عرب پر اُسکی فضیلت، اہل عرب کی خستہ حالی، ایرانی حکومت کا اُن سے تعرض نہ کرنا اور ان کو آزاد رہنے دینا بڑے طمطراق سے بیان کیا۔ اور کہنے لگا کہ آج بھی ہم تم پر احسان کرنے کو تیار ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تمہاری معاشی حالت بہت سقیم ہے اس لئے اگر واپس ہو جاؤ تو تمہارے سردار کو ہزار درہم اور گھوڑے اور بیش قیمت کپڑے دیئے جائیں گے اور تمہارے لشکریوں کو بھی داد و دہش سے خوش کر دیا جائے گا۔

حضرت مغیرہ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا "رستم! تو نے اپنی حکومت کے غلبہ اور اُس کی فرمانیت کا جو نقشہ کھینچا ہے ہم کو اُس سے انکار نہیں ہے یہ سب سچ اور درست ہے اور اسی طرح ہماری نکبت و جہالت کا واقعہ

بھی ایک حقیقت ہے لیکن رسولِ عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اب اُسکے سامنے تیری حکومت کی شوکت و سطوت ہیچ ہے اور تیرا سلطنہ لایعنی۔ کل ہم حقیر اور ذلیل تھے اور آج کائنات کے بہترین معلّمِ حق کے داعی اور عدل و صداقت کے مبلغ ہیں۔

ہم کو یقین ہے کہ رازق خدا کے سوا اور کوئی نہیں ہے ہم آج تلاش رزق کے لئے گھر سے نہیں نکلے۔ آج ہم وہ خانہ بدوش نہیں ہیں جو پانی اور چند خرموں کے لئے زمین ناپتے پھرتے تھے آج ہماری آمد کا مقصد خدا کا کلمہ بلند کرنا اور حق و انصاف کی حکومت قائم کرنا ہے پس اگر تو اس کے لئے تیار ہے تو ہمیں تیرے معاملہ سے کوئی سروکار نہ ہوگا اور تجھ کو یہ سارا اگرد فر مبارک ورنہ کل یہ تلوار فیصلہ کرے گی"۔

رستم: "معلوم نہیں کہ تم اپنے آپ کو کیا سمجھنے لگے جو ہمارے نزدیک تو فارس میں تمہارے داخلہ کی حیثیت اُس شہد کی مکھی کی طرح ہے جو شہد کو کسی جگہ دیکھے اور اعلان کرے کہ جو مجھ کو وہاں تک پہنچا دے اُس کو دو درہم انعام دوں۔ آخر وہاں پہنچی اور اُس میں گر کر ڈوب گئی، اب اُس نے یہ آواز لگانی شروع کی کہ جو شخص مجھ کو اس میں سے نکال دے اُس کے لئے چار درہم انعام۔ مگر اب اُس سے چھٹکارا ناممکن۔ یا اس کی مثال اُس لومڑی کی طرح ہے جو ایک انگور کے باغ میں گئی اور رہنے لگی باغ کے مالک نے اس کے کمزور و ناتواں جسم پر رحم کھا کر اُس سے کچھ تعرض نہ کیا مگر جب وہ انگور کھا کھا کر فربہ ہوگئی تو اس نے باغ کو نقصان پہنچانا اور اُس کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر باغ کا مالک ایک جماعت کو لے کر آیا اور اُس کو گھیر لیا۔ اب لومڑی نے بہت چاہا کہ کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں مگر نہ نکل سکی اور مالک نے اُس کو گھیر کر قتل کر دیا۔

بس یہی تمہارا حال ہے ایران کی زرخیز زمین دیکھ کر یہاں آتو گئے ہو لیکن اب یہاں سے واپس جانا معلوم؛ مگر میں نے پھر بھی حکم دے دیا ہے کہ وہ تمہارے سردار کے لئے ہزار درہم اور تحائف تیرے ساتھ کر دیں"۔

حضرت مغیرہؓ: "دیکھا جائے گا کل تلوار اس کا جواب دے گی"۔

رہا تیرے انعام واکرام کا معاملہ تو نہ معلوم وہ کس طرح پورا ہوگا کہ جب سورج طلوع ہوگا تو، تو مغلوب ہوگا اور ہم غالب۔ تو پست ہوگا اور ہم بالادست۔ آخر یہ مجلس مسرت و شادمانی کے ساتھ ختم ہونے کی بجائے اس تلخ گفتگو پر ختم ہوگئی اور حضرت مغیرہ اسلامی کیمپ میں واپس آگئے۔[1]

[1] سفراء اسلام کی یہ تقریریں جستہ جستہ جنگ قادسیہ کے حالات میں اردو کی متعدد کتابوں میں بھی ملتی ہیں۔ لیکن اس تفصیل سے نہیں ہیں۔ ہم نے ابن کثیر کی البدایۃ والنہایہ، تاریخ ابن اثیر اور طبری سے اخذ کرکے ان کو تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ اور عنوان کی دلکشی نے معنوں کی اہمیت کو بڑھادیا ہے۔

مسلمان بچیوں کی پہلی کتاب

لڑکیوں کی مذہبی تعلیم کا مسئلہ جس قدر اہم ہے وہ ہر شخص جانتا ہے، اس سلسلہ میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جسے بطور کورس کے پڑھایا جاتا مگر مولوی مقبول احمد صاحب سیوہاروی نے مسلمان بچیوں کی پہلی کتاب لکھ کر اس ضرورت کو پورا کردیا۔ یہ پہلی کتاب ہے اور ہر لحاظ سے اس قابل ہے کہ بطور نصاب پڑھائی جائے۔ اخلاقی، معاشی اور دینی مسائل کو ریڈر کے انداز میں نہایت سہل اور دلچسپ طریقہ پر لکھا ہے ۵۲ صفحے ہیں لکھائی چھپائی عمدہ۔ دولت مند حضرات اگر اسے نادار بچیوں میں تقسیم کرائیں تو ایک اچھی دینی خدمت ہے۔ قیمت تین آنہ (۳؍)

ملنے کا پتہ:۔

مکتبہ برہان قرولباغ نئی دہلی